

رسائل و مسائل

لفظ ”مشرک“ کا اصطلاحی استعمال

سوال۔ آپ کے رسالہ ”ترجمان القرآن“ بابت ماہ مارچ ۱۹۶۲ء کا باب ”رسائل و مسائل“ مطالعہ کیا۔ مضمون کی آخری سطروں سے مجھے اختلاف ہے۔ لہذا رنج اختلاف اور جستجوئے حق کے جذبہ کے تحت سطور ذیل رقم کر رہا ہوں:

کتاب و سنت کی واضح تصریحات سے مترشح ہوتا ہے کہ عالم ماکان و مایکون اور ”حاضر و ناظر ہونا“ اللہ جل شانہ کی مختص صفات ہیں۔ بنا بریں جو مسلمان ان صفات مخصوصہ کا وجود حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم یا کسی اور نبی یا ولی میں تسلیم کرے تو کتاب و سنت کے قطعی فیصلے کی روش سے وہ شرک کا مرکب متصور ہوگا اور اس پر لفظ ”مشرک“ کا عدم اطلاق کتاب و سنت کے احکام سے روگردانی کے مترادف ہوگا۔ ایسے شخص کو مشرکین عرب سے تشبیہ دی جائے، تو یہ تشدد نہیں بلکہ عین متقنا سے انصاف ہے۔

آخر یہ کیا بات ہوئی کہ ان صفات کا غیر اللہ میں تسلیم کرنا تو آپ کے نزدیک شرک ہو مگر اس شرک کا مرکب مسلمان، اور اس پر ”مشرک“ کے لفظ کا اطلاق آپ کے نزدیک صریح تشدد! یہ تناقض کیوں؟

آپ کسی مسلمان کو مشرک قرار اس لیے نہیں دیتے کہ اولاد و تاویل کی غلطی کا شکار ہوتا ہے۔ ثانیاً وہ شرک کو شرک جانتے ہوئے اس کا ارتکاب نہیں کرتا۔ آپ کی

یہ دونوں ترجیحات میرے خیال میں بنی برصداقت نہیں ہیں۔

جواب میں نے جس قدر بھی قرآن مجید کا مطالعہ کیا ہے اس کی بنا پر میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہر وہ شخص جو شرک کا ارتکاب کرے، یا جس کے عقیدہ و عمل میں شرک پایا جاسکتے، اس کو نہ اصطلاحاً "مشرک" کا خطاب دیا جاسکتا ہے اور نہ اس کے ساتھ مشرکین کا سا معاملہ کیا جاسکتا ہے۔ اس خطاب اور اس معاملہ کے مستحق صرف وہ لوگ ہیں جن کے نزدیک شرک ہی اصل دین ہے، جو توحید کو بنیادی عقیدے کی حیثیت سے تسلیم نہیں کرتے، اور وحی و نبوت اور کتاب و سنت کو سرے سے ماخذ دین ہی ماننے سے انکار کرتے ہیں۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خود یہود و نصاریٰ کے ارتکاب شرک کا ذکر فرمایا ہے: ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَعَبْدُ ثَوْدَةَ اللَّهِ يَأْتِيهِمُ الْبُحْتُ﴾ (آل عمران: ۷۵)۔ ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ (مائدہ: ۷۲)۔ ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ﴾ (مائدہ: ۷۳)۔ لیکن اس کے باوجود قرآن مجید میں ان کے لیے مشرکین کی اصطلاح استعمال نہیں کی گئی بلکہ ایک دوسری اصطلاح "ابلی کتاب" ان کے لیے الگ وضع فرمائی گئی۔ پھر ان میں از مشرکین میں صرف یہ لفظی فرق ہی نہیں رکھا گیا بلکہ ان کے ساتھ اہل ایمان کا معاملہ بھی مشرکین سے مختلف تجویز فرمایا گیا۔ اگر ان کو واقعی مشرک قرار دیا گیا ہوتا تو ولا تنكحوا المشركات حق ید موت کے تحت ان کی عورتوں سے نکاح آپ سے آپ حرام ہو جاتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کتابت کا حکم شرکات سے بالکل الگ رکھا اور ان سے نکاح کی مسلمانوں کو اجازت دے دی۔ اسی طرح ان کے ذبايح کا حکم بھی مشرکین کے ذبايح سے مختلف رکھا۔ اس کی وجہ آخر اس کے سوا کیا ہے کہ شرک میں مبتلا ہوجانے کے باوجود وہ توحید ہی کو اصل دین مانتے تھے اور نبوت و کتاب ہی کو ماخذ دین تسلیم کرتے تھے۔ اسی بنا پر تو ان سے فرمایا گیا کہ ﴿تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (آل عمران: ۶۴) اور ﴿قُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَالْحَقُّ وَآلَهُكُمْ وَاحِدٌ﴾ (سجدة: ۳۷)۔

اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے ”مشرک“ کی اصطلاح اُن لوگوں کے لیے استعمال فرمائی جو شرک ہی کو اصل دین مانتے تھے، جن کا اعتراف ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ تھا کہ اَجْعَلِ الْاِلٰهَةَ اِلٰهًا قَائِدًا اِثْ هَذَا الشَّيْءُ عَجَابٌ رَص: ۵، اور جنہیں یہ بات سرے سے تسلیم ہی نہ تھی کہ دین کے عقائد و اعمال وحی و رسالت سے ماخوذ ہونے چاہئیں۔ وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ اَتَتَّبِعُوا مَا اَنزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلَّ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَيْنَا عَلٰیہِ اَبَاؤُنَا (البقرہ - ۱۷۰)۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ ”مشرک“ کا نام دیا، بلکہ اہل ایمان کا معاملہ ان کے ساتھ اہل کتاب سے مختلف رکھا۔

یہ حقائق چونکہ میری نگاہ میں ہیں اس لیے میں یہ بات قطعی جائز نہیں سمجھتا کہ اُن لوگوں کو ”مشرک“ کہا جائے اور مشرکین کا معاملہ اُن کے ساتھ کیا جائے جو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں، قرآن کو کتاب اللہ اور سند و حجت مانتے ہیں، ضروریات دین کا انکار نہیں کرتے، شرک کو اصل دین سمجھنا تو درکنار، اپنی طرف شرک کی نسبت کو بھی بدترین گالی سمجھتے ہیں، اور اس کے بعد تاویل کی غلطی کے باعث کسی مشرک کا نہ عقیدے اور عمل میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ وہ شرک کو شرک سمجھتے ہوئے اس کا ارتکاب نہیں کرتے بلکہ اس غلط فہمی میں پڑ گئے ہیں کہ ان کے یہ عقائد و اعمال عقیدہ توحید کے منافی نہیں ہیں۔ اس لیے ہمیں ان پر کوئی برا اکتب چسپاں کرنے کے بجائے حکمت اور استدلال سے ان کی یہ غلط فہمی رفع کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ آپ خود سوچیں کہ جب آپ اس طرح کے کسی آدمی کے سامنے اس کے کسی عقیدے یا عمل کو توحید کے خلاف ثابت کرنے کے لیے قرآن و حدیث سے استدلال کرتے ہیں تو کیا آپ کے ذہن میں یہ نہیں ہوتا کہ وہ قرآن و حدیث کو سند و حجت مانتا ہے؟ کیا یہ استدلال آپ کسی ہندو یا سکھ یا عیسائی کے سامنے بھی پیش کرتے ہیں؟ پھر جب آپ اس سے کہتے ہیں کہ دیکھو، فلاں بات شرک ہے، اس سے اقتنا ب کرنا چاہیے، تو کیا آپ اُس وقت یہ نہیں سمجھ رہے ہوتے کہ یہ شرک کے گناہ عظیم میں سے کا قائل ہے؟ اگر یہ راست نہ ہوتی تو آخر آپ اس کو شرک سے